صحرائے راج پوتانہ کا ایک گُم نام فارسی شاعر؛فیض عثمانی

حافظ محمود شیرانی کا ایک غیر مطبوعہ مقالہ

محمد زبیر*

[مذکورہ مقالہ روزنامہ جنگ، کراچی کی ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۰ کی اشاعت میں شامل ہے۔ اس خاص اشاعت کا اہتمام پروفیسر حافظ محمود شیرانی کی پیدائش کے صد سالہ موقعے پر کیا گیا۔]

شیخ محمد اکرام عثمانی المتخلص بہ فیض سنہ ولادت ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۱۱۲ ہجری۔ان کے بزرگ کا بھی اسی سرزمین سے تعلق رہاہے جنھوں نے ہزاروں نونہالان و مربّیانِ علم کو،اپنے سنسان ریگستان میں تربیت دی ہے:

فیض و فیضی شیخ ناگوری کا لیں گے نام ہم
کوئی علمیت میں لے گر، امتحان مارواڑ

ان کا وطن قصبہ ڈیڈوانہ را مارواڑ ہے۔انھوں نے اپنے پدرِ بزرگ وار شیخ محمد معظم کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ علوم کیا۔محمد شاہی دور میں اگر چہ ان کی ولادت فی الدقّتِ فطرت واقع ہوئی، لیکن پھر بھی نقادانِ سخن، ان کے جوہرِ فضیلت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔بعض اوقات مہاراجا مادھو سنگھ، والیِ جے پور اور آصف جاہ نظام الملک دکن کو، ان کی سرپرستی کا فخر حاصل ہوا۔ورنہ تمام عمر، اپنے وطن میں رہے اور جاگیر قدیم اور دیگر خاندانی شاہی رعایات پر بسر اوقات کیا۔ہرچند، اس وقت بھی دارالخلافہ دہلی کے دروازے باکمالوں کے لیے بند نہیں ہوئے تھے اور وہ شہر، کاملین کا اب تک عزّت کے ساتھ استقبال کرتا تھا لیکن انھوں نے صحبتِ مخالف ہونے کی وجہ سے تمام عمر میں ایک بار بھی رنگیلے بادشاہ کے دربار کا رُخ نہیں کیا۔اس طرح سے گویا، کُنجِ تنہائی میں پڑے رہنے سے آپ کی شہرت کے چاند کو گہن لگ گیا اور آپ کا جوہر مارواڑ کی نمک ساز جھیل اور خار زار ریگستان سے باہر نہیں چمکا۔

* انچارج، بیدل لائبریری شرف آباد، کراچی

کون ویرانے میں لوٹے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے

آپ علاوہ علومِ رسمی کے ریاضی دان، مہندس، منجّم، پنڈت، سنسکرت کے عالم ہونے کے عربی، فارسی اور سنسکرت کے زبردست شاعر تھے۔ اس پر تصنیف اور تالیف کا وصف اور اس کے ساتھ طبیعت کا ایجادی مادہ کے بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ بزرگ موصوف کس مرتبے کے فاضل تھے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ آپ اپنے متقدم ہم وطنان، شیخ ابوالفضل اور شیخ ابوالفیض فیضی سے کسی حال میں کم نہیں۔ بے شک وزارت اور مصاحبتِ شاہی میں، آپ بدنصیب تھے، مگر یہاں ہم علمی حیثیت سے بزرگانِ موصوف کا مقابلہ کررہے ہیں نہ دنیاوی وجاہت سے۔

میری رائے میں دو تین اُمور، ان کے کلام میں قابلِ لحاظ ہیں جو،اور شعرا کے کلام سے ان کے کلام کو ممیّز کرتے ہیں۔ اول یہ انھوں نے جس استاد کے تتبّع کی اسی کا رنگ اُڑالیا۔ یا یوں کہیے کہ اس کے رنگ میں اپنا رنگ ملا لیا۔ جو غزلیں لسان الغیب، خواجہ حافظ کی غزلوں پر کہیں، ان میں وہی سلاست، فصاحت اور شیرینی ٹپک رہی ہے جو خواجہ حافظ کے کلام کو دوسرے کلام سے ممیّز کرتی ہے۔ جہاں غنیمت، ناصر علی اور غنی کا تتبّع کیا ہے وہاں، ترچھی ترکیبیں، نئی نئی بندشیں اور پُر شکوہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جہاں کلیم، کمال، طالب آملی اور نظیری کا رنگ اختیار کیا ہے وہاں انہی بزرگوں کے ہم صفیر اور ہم آواز ہوگئے ہیں۔

دوسرے اکثر صنائع غزلیات ایسے لائے ہیں جو، کسی استاد کے کلام میں ہماری نظر سے نہیں گزرے۔ ان صنائع کے وہ خود ہی موجد ہیں اور خود ہی مقلد۔ مثلاً بعض غزلیں ہیں کہ اگر ردیف جدا کردیں تو بھی غزل ہے اور بامعنی اور اگر ردیف زائد کردیں تو بھی غزل بامعنی ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ زمین اور بحر بدل جائے گی۔ مثلاً:

با خصمِ طنّاز آمدم
از یار تا گشتم جدا
بدخواہِ غمّاز آمدم
از یار تا گشتم جدا

اس کو ہم اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں:

با خصمِ طنّاز آمدم
بدخواہِ غمّاز آمدم

بعض جگہ غزل کی غزل،ذو لسانین چلی جارہی ہے۔فارسی عربی مصرعوں کو،اس طرح موزوں کردیا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔بس یہی خیال ہوتا ہے کہ حافظ اور سعدی،فیض کے قالب میں بول رہے ہیں۔مثلاً فرماتے ہیں:

فلا حکایت منّااذا لقیت بنا
بجای شکر و گلہ آید، اشک بروفیات
اگر تو، رای نمائی شکایتم برود
و قد اقول مضی ما مضی علیٰ مافات

یا

بہ ساربان میریم، در بابت حُدیٰ آغاز کن
محن اسر عنالی البیت العتیق

کہیں غزل کی غزل صنعتِ معاملہ میں چلی جا رہی ہے۔ہم اس وقت صرف،ان کی شاعری اور کلام کے متعلق بحث کررہے ہیں۔الغرض کلام میں جہاں جس کا رنگ اختیار کیا ہے وہا ں کیسے ہی خود بن گئے ہیں۔ان کی خاص طرز علاحدہ ہے۔وہ معنی آفرینی میں خاقانی سے ملتے ہیں۔شوکتِ الفاظ میں ظہر کے مشابہ ہیں۔ان کی جو ترکیب ہے وہ انہی کی ایجاد ہے۔بعض جگہ جب زور میں آتے ہیں وہاں علمائے کلام و زبان کی بندشوں کو توڑ کر دور نکل جاتے ہیں اور یہ آزادی ان کی دانستہ ہوتی ہے نہ نادانی کی وجہ سے مگر واقعی وہ تصرّف اپنی جگہ لطف دکھاتا ہے۔مثلاً شروع غزل کے مقطع میں آپ فرماتے ہیں:

ہرگز نیاید بر کسی در، دَہر گر بیند بسی
شاید عزیزِ مصر ہا، علامہٗ شیراز ہا

ہمیں اس "شیرازہا" میں کلام ہے لیکن یہاں اسی لفظ کی ضرورت ہے خواہ وہ رائج الوقت ہو یا پرانی ٹکسال کا سکہء قلب۔ایسے ہی ایک اور غزل میں آپ نے عجیب التزام رکھا ہے:

شوخکی بر زحکی کا کلی می دارد
سایکی بر گُلکی سُنبلکی می دارد

تمام غزل میں قافیوں میں یہی ترتیب ہے۔ مثلاً "غلغلکی"؛ "بُلبلکی"؛ جہاں تک ان کا بس چلتا ہے سہل مضمون کو مشکل ترکیب میں چھپا دیتے ہیں۔ اسی طرح معمولی اور پااُفتادہ الفاظ چھوکر نئے الفاظ و معانی آسمان پر سے لاتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے عام محاوروں سے گُریز کرتے ہیں اور ادائے مطلب کے لیے نئے الفاظ لاتے ہیں۔ اسی طرح سے نئے خیال اور نئے معانی پیدا کرنے میں جدّت کی ہے۔ ان کا دیوان جس کا تاریخی نام فیض منیر (ہے) قریباً سوا، دو سو صفحے کا ہے۔ اس میں علاوہ غزلیات، کچھ قصائد کے اُمرائے عہد کی تعریف میں کچھ قطعات، بعض قصہ طلب اور بعض تاریخی، دوچار مخمّسات، مسدّس اور مثلّث ہیں۔ اب ہم تبرّکاً کچھ اشعار ان کے کلام سے نقل کرتے ہیں:

حمد میں

حمدی کہ دارد سازہا با زخمہ ء این سازہا
زان نغمہ دارد،رازہا صد مختلف آوازہا
پنہان شود آن عشوہ گر، ہر جا کہ آید در نظر
جوئیم در فضیل ہا، یابیم در ایجازہا
نورِ شب، اندر سینہ ہا عکسی است در آئینہ ہا
انباز جملہ نازہا، خود فارغ از نبازہا
رنگی است در گُلنارہا، بوئیست در گُلزارہا
پیداست در اطورہا، پنہان ست در اندازہا
دارد ازو،ہر بوستان در ہر بہار و ہر خزاں
ہر برگِ تازہ رازہا، ہر خارِ خشک اعجازہا

نعت میں

ای کہ چشمِ خنک آمنہ بر رویِ تو باز
دستِ عبداللہی از دستِ تو بُرد است فراز
جنّت از لطفِ تو گر،زِہ نگشاید بہ چہ رو

دوزخ از رحمِ تو، گر سرد نگردد بہ چہ رو

ای خوشا معنیِ عبدیت تو می دارد

راہِ آزادی۔۔۔ تا دمِ باز [اخبار میں یہ تین نقطہ لگائے گئے ہیں]

☆☆☆

دامنِ بخششِ امت، بہ جمالِ تو وسیع

رشتہء مغفرتِ آلِ تو، تا حشر دراز

ہر کہ را دست دہد بدرقہٗ احسانت

ہرگز از شہرِ حقیقت، نرود راہِ مجاز

ابروت گوشہ ء محرابِ خدا جویان ست

گر تو در قبلہ نباشی، نگزاریم نماز

این مقامی ست کہ سرمست کند، از میِ ذوق

این کلامی ست کہ در بست کند، سویِ مجاز

گر دہد صورتِ زیبایِ تو، اوصافِ حسین

گر شود خلق حسن، از کلماتت ممتاز

چہ کند گر نکند لطفِ تو بر عام وجوب

چہ کند گر نکند فیضِ تو بر خاص جواز

غزلیات

نگاہی سادہ ء صافی ادائی کردہ ام پیدا

ہو س ناکی بہ صورت آشنائی کردہ ام پیدا

ہمی گویند کاندر سایہ اش شاہی نصیب آید

مگس رانیِ من، از پرّ ہمای کردہ ام پیدا

بدانستِ خود، از سودا کسی نقصان نمی خواہد

دلی از دست دادم، دل رُبائی کردہ ام پیدا

زہی زلفش کہ سُنبل را غلامی داشت پنہانی
دلی دیوانہ را زنجیر پائی کردہ ام پیدا
چرا در نرگسِ مستش بہ بسیاری نظر کردم
بہ جانِ خویش ازین دیدن بلائی کردہ ام پیدا

☆☆☆

پرورش باید ضروری ای دایہ ء نامہربان
گریہ بر احوالِ تو دارند فرزندان، مخسپ

☆☆☆

چہ شور است این کہ دل بی اختیار است
بہ مجنون شاید از لیلیٰ گذار است
زبانِ دشمنان، باید بُریدن
کہ شیرین، کوہ کن را دوستدار، است

☆☆☆

نگشادہ ام دہن چو صدف سوی قطرہ اش
چون ابرِ آزری، برم آسمان گذشت

☆☆☆

با تنگ دلان جز بہ تبسّم شگفتن
چو غنچہ، جوابِ تو ہمان ست و دگر ہیچ

☆☆☆

دل نفرمود کہ اشک از سر مژگان گذرد
طفل شو خ است بہ استاد،خبر می آید

☆☆☆

بیگانہ آن کسی کہ بہ یار، آشنا نشد
دیوانہ آن کسی کہ بہ کار آشنا نشد

ناموسِ ننگ راست، جنونِ آب و رنگِ ماست
فرزانہ آن کسی کہ بہ عار آشنا نشد
در راہِ کعبہ، خارِ مغیلان سعادت است
حیف آن برہنہ پای کہ خارآشنا نشد

☆☆☆

میرم در انتظارت چون صیدہائے بستہ
در جستجوی خنجر صیاد رفتہ باشد
مُرد، آن زمان مروّت کاندر کنارِ خسرو
شیرین نشستہ باشد، فرہاد رفتہ باشد
مجنون نمودہ باشد زآن بادیہ نشینی
کاندر حریمِ لیلیٰ داماد رفتہ باشد
بُلبل چہ کردہ باشد بر جانِ خود تظلّم
وقتی کہ محملِ گل، بر باد رفتہ باشد

☆☆☆

آنچہ قسّامِ ازل خواست بہ ما، وابخشید
لذتِ سایہ ء الطاف بہ ما، وا بخشید
آنکہ ازحکمتِ خود درد و دوا می بخشید
تو چہ دانی کہ ہم از درد، مداوا بخشید
غمِ ہمان ست کہ بر طاعتِ ما خوردہ گرفت
غمِ جان نیست کہ بگرفت ز ما، یابخشید
پاک دل، بذلِ کسی مفت گوارا نکند
ابر ہر قطرہ گُہر کرد و بہ دریا بخشید

☆☆☆

از لبِ بیگانگان بر رویِ روز افتادہ است
راز شبگیری کہ با ہم جز بسر گوشی نبود
شرح ہا دارد زمین از خنجر بیدادِ چرخ
ورنہ جز تر کردہ از خونِ سیاوشی نبود

☆☆☆

بنہادہ اند مُصحفِ گُل پیشِ عندلیب
با اشکِ شبنم آنکہ بخواند وضو کند

☆☆☆

صورتِ ماہ تمام است کہ گردِ نقصان
آن کمال ست کہ بگذاشت کمند؟ آخر کار
از سرِ مہر بہ دلتنگیِ گل رحم آورد
صبح بر گلشنِ ما گفت بخند آخرِ کار

☆☆☆

گر برسی، بہ عن قریب بادِ صبا زہی نصیب
کردہ پنہا ن ز عندلیب، برگِ گلِ ترم بیار

☆☆☆

چو گل ای سحر مستِ آہی ہنوز
کُلاہت ز سر رفت و شاہی ہنوز

☆☆☆

دولت آن ست کہ آید برِ محمود، ایاز
با ہمہ ناز سرافراز ی تسلیم و نیاز
تازہ جانی و ہوش مجلس، دعایِ شیرین

خسرو ازدرد کند بر سر فرہاد، نماز
بر سرِ خستہ ز لیلیٰ چو عماری گذرد
ہوشِ مجنون نرود، در پی آن زینت و ساز

☆☆☆

برآمد نالہ از دل رسیدم من بہ فریادش
بہ کُنج عُزلت خود بازگشتن کردم ارشادش
ہثی صید عجب، در دامِ زلفی دیدہ ام شادش
بہ امیدی کہ بنماید سحر رخسارِ صیادش
بہ دامِ زلفِ او صید ی کہ نا پرسیدہ می آید
درین وادی نمی پرسند از صیاد، بیدادش

☆☆☆

غبارِ خاطرِ یارم از آنش یاد می آیم
صفائی گر بہ خود پیدا کنم، برخیزم از یادش

☆☆☆

برو تفرح صنعِ خدانصیب تو نیست
بہار در نظرت نیست، پارسا می باش
ز، اعزّہ، بہ خویش خواہش نسبت کند، درست
روشن بہ آفتاب بود، دودمانِ شمع

☆☆☆

کردند مصحفِ گل نازل بہ شاہِ بلبل
افتاد طاقِ پروین از آشیانِ بلبل
گل بارغی چو آتش، روشن تر ازچراغ ست
پروانہ حیرت آرد، اندر مکانِ بلبل

چون شمع از سرِ گل، آتش زبانہ گیرد
پروانہ زین رعایت، شد میہمانِ بلبل
ہرچند منطقِ طیر، در بوستان عزیز است
از صافِ گل نخواہی، غیر از بیانِ بلبل
بر شاخِ گل، تجلّی شمع دان، طور است
توریت می توان خواند،از ترجمان بلبل

☆☆☆

درآن عالم کہ من تعلیمِ دل، بنیاد می کردم
سبق می بردم ازمجنون، جنون ارشاد می کردم
شنیدم آن ستم گر، از غم، ناشاد می گردد
ازین شادی، بہر دم نوحہ ء ایجاد می کردم
بروِی تیغ بازان زندگی دشوار می افتد
بہ یادِ ابروِی جانان، بہ جان بیداد می کردم
گل از بادِ صبا،خوش بود و من چون بلبلِ بی دل
عبث فریاد می کردم، سخن برباد می کردم

☆☆☆

جز خویش نبودیم کہ در خویش نبودیم
آبگینہ ہمی دید شکستیم و فزودیم
چون زلفِ بُتان، کسوتِ خود، راست نکردیم
تاریم کہ در کشمکشِ فرصتِ پودیم
در محفلِ برداشتنِ نغمہ ء قلقل
پیمانہ مصلی است، چو مینا بسجودیم
چون سرِّ فلک بر ہمہ آثار محیطیم
ما وقت شناسیم، نہ دیریم ونہ زودیم

چون سرِّ فلک بر ہمہ آثار محیطیم
ما وقت شناسیم، نہ دیریم ونہ زودیم
در دیدہ ء اغیار، چہ سان جلوہ گر، آییم
در بزم نمود آنچہ کہ بودیم، نمودیم
خوردیم و بدادیم و بہ فردا، نہادیم
دہقانِ ازل کاشتہ و ما بدرودیم
ز جامِ چشمِ طنّاز کسی بی تاب و مدہوشیم
جنون سرشار برقم، بی قرارم، وحشت آغوشم
ز دردِ ساقی و پیانہ شد مستی فراموشم
چو، امشب ناگہان در یادم آمد عشرتِ دوشم

☆☆☆

چہ گفت چو بی یکی ز خود وَرفتم
بہ ہوش باش من این غمزہ را دوبارہ کنم

☆☆☆

خواہد ز دستِ نازِ تو مینا گریستن
کارت آشنای ترا با گریستن
بر حالِ اہلِ بزم کہ دل سوز نیستند
باید چو شمع خندہ زدن یا گریستن

☆☆☆

دل را بہ درد و داغِ مداوا کند کسی
شاید بر وی خود در دل دوا کند کسی
مستغنی ست یار بہ پیشش برابرت
بیہودہ آرزو نکند یا کند کسی
طفلانِ شہر سنگ بہ دامن گرفتہ اند

تا خویش را بہ کویِ تو رسوا کند کسی
ز چشمِ جادوش دارم جنون را تازہ سامانی

☆☆☆

کہ در ہر عشق، افسونی ست ہر غمزہ بر بخوانی
بہر رنگی کہ باشی پر تو حق جلوہ آراید
بہر فرعون موسائی بہر موری سلیمانی

☆☆☆

قُمری از سایہ ء شمشاد، پَر افشاں گذرد
ہر کہ پروانہ صفت بر رُخِ تاباں گذرد
زلفِ پُرتاب، بہ دمی آید و از جان گذرد
ہر کہ از جان گذرد، بر سرش آسان گذرد
قصہ ء کوہکن و جان دہیش عام کنند
بر ورق، خستگیِ تیشہ زن ارقام کنند
شیر، از آن چشمہء خون ریختہ در جام کنند
خونِ فرہاد شنگرف ؟ صرف بد نام کنند
تا ازو صورتِ شیرین ز گریبان گذرد
آہ از آن سیل کہ از دیدہ ء گریان گذرد
کارم اُفتاد بہ یاری کہ سویِ خویش ندید
پایم اُفتاد بہ راہی کہ کران نیست پدید
بایدم رفت بہ جائی کہ کس آنجا نرسید
حاجتِ بدرقہ ای نیست، ببایست دوید
قطرہ ء اشک ہر آنسو کہ ز دامان گذرد
ہمچو آن دیو کہ از بندِ سلیمان گذرد

☆☆☆

حوالہ جات:

پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم (۱۸۸۰ء۔۱۹۴۶ء) کے صد سالہ یوم پیدائش کی مناسبت سے اکتوبر ۱۹۸۰ء میں پاکستان میں ''اورینٹل کالج میگزین____'' لاہور اور قومی زبان کراچی نے ''شیرانی نمبر'' شائع کیے۔ تفصیلات کے لیے: کتابیات حافظ محمود شیرانی، مرتب: مظہر محمود شیرانی، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، اسلام آباد، پاکستان۔ نیز، روزنامہ ''جنگ'' اخبار کراچی نے بتاریخ ۵/اکتوبر ۱۹۸۰ء میں صفحہ ۲ کو شیرانی مرحوم سے مخصوص کردیا: ''آج لاہور میں اردو کے نامور دانش ور، محقق اور ماہر لسانیات، حافظ محمود شیرانی مرحوم کی یاد منائی جا رہی ہے۔ اس موقعے پر، ان کے بارے میں چند مضامین شائع کیے جارہے ہیں''۔ چناں چہ مرحوم کی تصویر کے ساتھ چار کالم انہی عنوانات سے شامل تھے:

۱) حافظ محمود شیرانی کی کتب، مضامین و مقالات کی فہرست
۲) کچھ حافظ محمود شیرانی کے بارے میں
۳) علم و ادب کی جامع صفات شخصیت: پروفیسر حافظ محمود شیرانی از: سر شیخ عبدالقادر مرحوم
۴) صحرائے راج پوتانہ کا ایک گُم نام فارسی شاعر: فیض عثمانی از حافظ محمود شیرانی کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

''جنگ'' اخبار کراچی کا یہ شمارہ اور مذکورہ صفحہ، کراچی کی شرف آباد بیدل لائبریری (ٹرسٹ) میں موجود ہے۔

''جرنل'' (عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک) کے شمارہ ۳۲، سن ۲۰۱۶ء۔۲۰۱۷ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے: قاضی محمد اکرم فیض عثمانی کی فارسی تخلیقات، از: شگفتہ نسرین۔

Abstract

This article presents an article about an unknown Persian Poet Faiz Usmani of Marwar by the renowned research Hafiz Mehmood Shirani. This article remained edited in the works of the researcher culminated in eight hefty volumes by Mazhar Mehmood Shirani. This article was published in the daily Urdu Jang on 5 October 1980 on the occasion of his death anniversary of the researcher. Faiz Usmani learned his rudimentary education from his elder Shaikh Muhammad Moazzam. When got fame, he was patronized by Nizam Deccan Asif Jah. He preferred to spend his rest of life in his ancestral place. Many poets and artists thronged to the Delhi Empire where the rulers were patronizing them but he did not go there as Muhammad Shah Rangeela then ruled Delhi. This article shows his Persian couplet of various forms such Naat, Hamd, Ghazals and Fardiat. This article carries brief remarks about his poetry.

Keywords: An unknown Persian poet, unedited article of Hafiz Mehmood Shirani